Research Journal
Tahqeeqat

eISSN: 2791-0342
pISSN: 2791-0334

ریسرچ جرنل
تحقیقات

ڈاکٹر طارق عزیز کی ادبی خدمات

Dr. Tariq Aziz's Literary Services

Hafiz Ghulam Murtaza
Lecturer, Department of Urdu
Lahore Leads University, Lahore
Dr Muhammad Ataullah
Head of Urdu Department
Lahore Leads University, Lahore

حافظ غلام مرتضیٰ
لیکچرار، شعبہ اُردو، لاہور لیڈز یونیورسٹی، لاہور
ڈاکٹر محمد عطااللہ
صدرِ شعبہ اُردو، لاہور لیڈز یونیورسٹی، لاہور

Abstract

It is impossible to deny the role of literature in the evolution of a civilized society. Change is a vital element in any society, and the contributions of academic and literary figures are crucial in introducing and facilitating these changes. These personalities share their academic and literary experiences, and through keen observation and thorough research, they present the true essence of facts to society. One such personality is Dr. Tariq Aziz.Dr. Tariq Aziz's name undoubtedly requires no introduction. He is a renowned playwright, poet, researcher, and blogger. Through his continuous and tireless efforts, he has carved out a unique position for himself in the world of literature and intellectualism. His contributions have been widely appreciated and recognized, making him a respected figure in his field.

Keywords: *Literature, Civilized society, Academic personalities, Playwright, Recognition, Intellectualism, Tireless efforts, Appreciation*

مہذب معاشرے کے ارتقا میں ادبا کے کردار سے انکار ممکن نہیں۔ معاشرے میں تبدیلی کا عنصر ایک لازمی امر ہے۔ ان تبدیلیوں سے متعارف کروانے کے لیے علمی و ادبی شخصیات کا کردار بہت اہمیت کا حامل ہے۔ یہ شخصیات اپنے علمی و ادبی تجربات و مشاہدات کے ذریعے حقائق تک رسائی حاصل کر کے معاشرے کے سامنے ان کی اصل شکل پیش کرتے ہیں۔ انھی شخصیات میں سے ایک ڈاکٹر طارق عزیز بھی ہیں۔ ڈاکٹر طارق عزیز کا نام بلاشبہ کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ وہ ایک معروف ڈرامانگار، شاعر اور محقق و مدون تھے۔ انھوں نے جہدِ مسلسل اور انتھک محنت کے ذریعے اپنا منفرد مقام حاصل کیا۔ بطور استاد، شاعر اور ڈرامانگار ان کی خدمات قابلِ ستائش ہیں۔

شاعری میں انھوں نے مختلف موضوعات پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ وہ روشن خیالی اور معروضی صداقتوں کے امین تھے۔ اپنے نظریات کے حوالے سے کسی قسم کی کوئی سمجھوتہ نہیں کرتے تھے۔ ان کے ٹی وی ڈراموں کی شہرت آج بھی باقی ہے۔ پنجاب کے شہر جہلم سے تعلق رکھنے والے اس نابغۂ روزگار کے کارناموں کی فہرست بہت وسیع ہے۔

ڈاکٹر طارق عزیز ملکی و بین الاقوامی سطح پر دنیائے ادب میں اردو ڈرامانگار، اردو سکرپٹ رائٹر، شاعر، استاد، محقق اور دانشور ادیب کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ آپ ترقی پسند فکر و ادب سے لگاؤ رکھنے والی شخصیت تھے۔ یہ سبھی جہتیں ہماری تہذیبی اور ثقافتی زندگی میں قدر کی نگاہ کے ساتھ ساتھ مثالی شناخت رکھتی ہیں۔ جہاں تک ان کی ڈرامانگاری کا تعلق ہے، انھوں نے عصرِ حاضر کے غریب طبقہ کی حمایت میں آواز بلند کی۔ اردو ادب کا یہ نابغہء روزگار ادیب 10 جنوری 1954ء میں ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔ طارق عزیز، نیلام گھر کے میزبان کے نام کی مناسبت سے پوچھے گئے ایک سوال (آپ کا نام طارق عزیز ہے۔

یہ نام طارق عزیز سے متاثر ہو کر گھر والوں نے رکھا؟) کے جواب میں ان کا کہنا تھا:

”نہیں تب تو طارق عزیز نام کا کوئی شخص تھا ہی نہیں۔ میری پیدائش 10 جنوری 1954ء کی ہے تو ان کی 1964ء۔ طارق عزیز میری پیدائش کے دس سال بعد نمودار ہوئے۔ میرا نام شروع سے طارق عزیز ہے۔ محض اتفاق ہے۔۔۔۔ انھی دنوں میری چیزیں بھی چھپنا شروع ہوئیں اخبارات میں 1984ء کے لگ بھگ۔ اس وقت منصور قیصر ایک کالم نگار تھے جو روزنامہ جنگ میں پنڈی پوائنٹ کے نام سے کالم لکھا کرتے تھے۔ انھوں نے کالم لکھا کہ چند دن پہلے طارق عزیز نیلام گھر والے مجھے ملے تو انھوں نے مجھے کہا یہ دوسرا طارق عزیز کون ہے جو تصویروں کے ساتھ اپنی تحریریں چھپواتا ہے۔ اسے کہو اپنا نام تبدیل کرے۔ یہ بات منصور قیصر نے اخبار کے کالم میں لکھی پھر میں نے خط کی شکل میں لکھا کہ میرا نام پیدائشی طور پر یہی ہے اگر طارق عزیز صاحب کو اتنی ہی الجھن ہے تو اپنا نام تبدیل کرلیں۔“(1)

ڈاکٹر طارق عزیز پیدائش کے سال بعد پولیو کا شکار ہو گئے اور پھر یہ معذوری مستقل طور پر ان کا مقدر بن گئی۔ لیکن انھوں نے اپنی اس معذوری کو کبھی اپنے کام میں رکاوٹ نہ بننے دیا۔ اس حوالے سے پوچھے گئے ایک سوال کے جواب میں وہ بتاتے ہیں:

”مجھے پولیو ہوا تھا۔ میری عمر، والدہ کے مطابق سال سوا سال تھی۔ اس زمانے میں آج سے 65 برس پہلے پولیو کے ویکسین کا تصور نہیں تھا تو ہو گیا پولیو۔ پھر اسی کے ساتھ ہوش سنبھالا تو اپنے آپ کو ایسی حالت میں دیکھا اور اسی کے ساتھ کمپرومائز کیا پھر مڑ کر دیکھا نہیں۔ اصل میں یہ جو سوال ہے کہ یہ کیسے ممکن ہوا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہم میں سے ہر شخص کسی نہ کسی حوالے سے زندگی کے کسی نہ کسی شعبے میں معذور ہے۔ اس کی مثال یوں لیں کہ اس کمرے کی چھت کے اوپر چڑھنا چاہیں تو نہ آپ چھلانگ لگا کر چڑھ سکتے ہیں نہ میں۔ ایک سہارا آپ کو چاہیے ایک مجھے۔ آپ کو سیڑھیاں اور مجھے لفٹ۔ نہ آپ سیڑھیوں کے بغیر جاسکتے ہیں نہ میں لفٹ کے بغیر، بس یہی فرق ہے۔ پھر عمر کے کسی نہ کسی حصے میں ہر شخص معذور ہو جاتا ہے۔ اگر کسی بچے کی پندرہ سال چودہ سال کی عمر میں نظر کمزور ہو جاتی ہے تو وہ یہ نہ سمجھے کہ دنیا میں سب کی ٹھیک رہے گی۔ چالیس پنتالیس کے بعد ہر کسی کی کمزور ہو جائے گی۔ یہ ایک نظام ہے جس میں کسی کی باری پہلے اور کسی کی بعد میں آتی ہے۔ اس کے علاوہ میں سمجھتا ہوں کہ معذوری ایک ذہنی کیفیت کا نام ہے۔ اگر آپ چھوٹی چھوٹی رکاوٹوں کو رکاوٹ نہیں سمجھتے۔ خوف انسان کے اندر موجود ہے۔ یہی کیفیت معذوری کے ساتھ ہے۔ معذوری باہر نہیں انسان کے اندر ہوتی ہے۔“(2)

ڈاکٹر طارق عزیز باہمت انسان تھے۔ انہوں نے اپنی معذوری کو کمزوری نہیں بننے دیا بلکہ معذوری کو اپنی طاقت بنایا۔ زندگی نے ان کو ہرانے کی بہت کوشش کی مگر وہ ہارے نہیں بلکہ ڈٹ کر ان مشکلات کا سامنا کیا معذوری کے باوجود گاڑی خود چلاتے تھے۔ ایک انٹرویو میں بتاتے ہیں:

”گاڑی خود چلاتا ہوں۔ گاڑیاں کافی بدلی ہیں ہر دو سال بعد گاڑی بدل لیتا ہوں۔“(3)

ڈاکٹر طارق عزیز تعلیم یافتہ خاندان سے تعلق رکھتے ہیں لیکن بقول ان کے کوئی بھی شخص لٹریچر کا شوق نہیں رکھتا۔ ان کے خاندان والوں نے ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ پرائمری سکول گھر کے نزدیک تھا اس لیے مشکلات کم تھیں۔ اس حوالے سے وہ بتاتے ہیں:

"پرائمری سکول گھر سے نزدیک تھا تو نانی سکول چھوڑتی تھیں اور واپسی لے آتی تھیں۔ جب ہائی سکول میں داخلہ لیا تو میرے دوست جو سامنے گھر میں رہتے تھے تو ہم دونوں سائیکل پر جاتے تھے۔"(4)

ڈاکٹر طارق عزیز نے میٹرک ضلع جہلم سے کیا اور ضلع بھر سے اوّل پوزیشن حاصل کی۔ میٹرک کے دوران ہی اس وقت کے ڈپٹی کمشنر مصطفیٰ زیدی نے ضلع جہلم میں ذہانت کا ایک مقابلہ کروایا جس میں ڈاکٹر طارق عزیز نے اوّل پوزیشن حاصل کی۔ اس تقریب کے حوالے سے ایک انٹرویو کے دوران وہ بتاتے ہیں:

"اس تقریب کی صدارت اس بچے کے لیے تھی جس نے اس کو ٹاپ کرنا تھا تو اس کی صدارت میں نے کی اور مصطفیٰ زیدی مہمانِ خصوصی کے طور پر بیٹھے رہے۔ انھوں نے اپنی دو کتابیں مجھے تحفہ میں دیں۔ یہی وہ دو کتابیں تھیں جن سے شعری ذوق پیدا ہوا۔"(5)

ایف۔ اے کے بعد ڈاکٹر طارق عزیز کو خاندان کے ساتھ لاہور منتقل ہونا پڑا جہاں انھوں نے باغبانپورہ کالج سے 1975ء میں بی۔ اے کیا اور پنجاب یونیورسٹی سے 1978ء میں ایم اے اردو کیا اور یونیورسٹی میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔ بعد میں پنجاب یونیورسٹی سے 1988ء میں "اُردو رسم الخط اور ٹائپ" کے عنوان سے مقالہ لکھ کر پی ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اپنے پی ایچ۔ ڈی مقالے لے موضوع سے متعلق بتاتے ہیں:

"وہ اُردو رسم الخط اور ٹائپ۔ یہ جو آپ کمپیوٹر پر ان پیج میری پی ایچ۔ڈی اسی سلسلے کی ابتدا تھی۔ اُردو رسم الخط اور ٹائپ بعد میں احمد جمیل مرزا اور ان کے ساتھیوں نے اسے شکل دی جو اس کے بنیادی تصورات تھے اس میں کچھ نہ کچھ حصہ میرا بھی ہے۔"(6)

ڈاکٹر طارق عزیز کی زوجہ تعلیم یافتہ، مہذب اور سلیقہ شعار خاتون ہیں انہوں نے گھریلو زندگی کے ساتھ ساتھ عملی زندگی میں بھی شوہر کا بہت ساتھ دیا۔ ان کی 20 مارچ 1989ء کو وقار بیگم کے ساتھ پسند کی شادی ہوئی تھی مگر والدین کی رضامندی سے طے پائی۔ وقار بیگم کا تعلق لاہور کے بٹ خاندان سے ہے۔ وقار بیگم شعبہ تاریخ کی پروفیسر تھیں۔ اپنی شادی سے متعلق بیان کرتے ہیں:

"جب میں اسسٹنٹ ڈائریکٹر تھا محکمہ تعلیم میں، اس وقت میرے پاس جتنے لیکچرار اور پروفیسر ان کی ACR رپورٹ میرے پاس ہوتی اور اس کے علاوہ ایڈہاک کی بنیاد پر ان کی سلیکشن کرتے تھے۔ ان دنوں مختلف مضامین میں عملہ چاہیے تھا اس میں انھوں نے اپلائی کیا تو یہ اپنی درخواست لے کر میرے پاس آئیں۔ بس وہاں بیٹھے بٹھائے اپنی درخواست ڈال دی۔"(7)

ڈاکٹر طارق عزیز کی ازدواجی زندگی مثالی زندگی رہی کیوں کہ جس طرح ان کی زوجہ نے اپنے افعال واعمال کے ذریعے اپنے گھر کو جنت کا نمونہ بنا دیا ویسا ہمارے معاشرے میں خال خال ہی ہوتا ہے۔ اپنی بیگم کے بارے میں بتاتے ہیں:

> ”میری ساری اچھی زندگی کا کریڈٹ میری مسز کو جاتا ہے۔ انھوں نے کبھی میری زندگی کے دیگر معاملات میں مداخلت نہیں کی۔ کسی بھی قسم کا عمل دخل نہیں رہا۔ انھوں نے کبھی مجھ سے میری باہر کی زندگی کے متعلق پوچھا ہی نہیں کبھی کوئی سوال نہیں کیا۔“(8)

ڈاکٹر طارق عزیز کو اللہ تعالی نے دو بچوں سے نوازا بیٹے کا نام احمد اور بیٹی کا نام کنزہ ہے۔ کنزہ سرجن ڈاکٹر ہیں جو اپنے والد سے بڑی محبت اور لگاؤ رکھتی ہیں۔ احمد سوفٹ ویئر انجنیئر ہے۔ دونوں بہن بھائی برطانیہ میں مقیم ہیں۔ ڈاکٹر طارق عزیز جب بھی غیر ملکی دوروں پر جاتے تو اپنے بچوں کے پاس لازمی ٹھہرتے۔ اُن کی وفات کے وقت ان کی بیٹی کنزہ ان کے پاس ہی تھیں جنھوں نے والد کی صحت یابی کے لیے ان کی بہت دیکھ بھال کی۔

ایم۔ اے کے بعد ڈاکٹر طارق عزیز شعبۂ تدریس سے وابستہ ہو گئے۔ 1982ء سے فروری 1985ء تک اسسٹنٹ ڈائریکٹر ایجوکیشن کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ پنجاب یونیورسٹی میں ابلاغیات کے پروفیسر بھی رہے۔ 1990ء سے 2003ء تک فارمین کرسچین کالج، لاہور میں استاد رہے۔ وہ گورنمنٹ سائنس کالج لاہور میں 2008ء سے 2013ء وائس پرنسپل کے عہدے پر فائز رہے۔ اسی کالج میں وہ صدرِ شعبۂ اُردو اور ڈین بھی رہے۔ لیکچرار کی سلیکشن بھی ان کی میرٹ پر ہوئی تھی انھوں نے سپیشل کوٹہ پر درخواست نہیں دی تھی۔ پہلے لیکچرار اور اس کے بعد ایسوسی ایٹ پروفیسر کا انتخاب بھی اوپن میرٹ پر تھا۔ انٹرویو میں بتاتے ہیں:

> ”نارمل یا اوپن میرٹ پر سلیکشن ہوئی۔ میں نے سپیشل کوٹے پر اپلائی نہیں کیا تھا۔“(9)

ڈاکٹر طارق عزیز کو پڑھنے لکھنے کا شوق بچپن ہی سے تھا۔ کھیلنے کودنے کی عمر میں بطور ادیب اپنی پہچان کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ پہلی تحریر کے حوالے سے بتاتے ہیں:

> ”آٹھویں کلاس میں پہلی نظم ”جنگ“ راولپنڈی میں چھپی تھی۔ تو اس وقت احساس ہوا کہ میں لکھ سکتا ہوں اور مجھے لکھنا چاہیے۔ نظم بھیجنے کے بعد باقاعدہ انتظار تھا۔ اس نظم کی خاطر بہت سارے اخبار خریدے۔ کوئی پندرہ سے بیس اخبار خریدے اور دکھائے کہ میری نظم چھپی ہے۔“(10)

ڈاکٹر صاحب نے شاعری کا آغاز بچپن میں کیا۔ جب انھیں ایک تقریب میں جہاں وہ مہمانِ خصوصی بنے، مصطفیٰ زیدی کی طرف سے ملنے والی کتابوں نے شعری ذوق کو پروان چڑھایا۔ اس سلسلے میں وہ بتاتے ہیں:

> ”یہی وہ دو کتابیں تھیں جن سے شعری ذوق پیدا ہوا۔ ساتھ ایک فطری رغبت بھی لکھنے لکھانے کی تو پہلے شاعری کی طرف رجحان ہوا اور ایک نظم ”قائدِ اعظم“ کے نام سے لکھی جو روزنامہ جنگ راولپنڈی سے شائع ہوئی۔ اسی دوران افسانہ بھی لکھنا شروع کیا جو روزنامہ جنگ کے توسط سے شائع ہوتے رہے۔“(11)

آپ نے ادبی دنیا میں ہر صنف پر طبع آزمائی کی ہے۔ ان کی ادبی خدمات سے انکار ممکن نہیں۔ ان کا ایک ادبی کارنامہ ان کے پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ ہے جو اُردو رسم الخط کے حوالے سے بہت اہم تحقیقی کام ثابت ہوا۔

ڈراما نگاری ڈاکٹر طارق عزیز کی پہچان بنی۔ انہوں نے بے شمار ڈرامے لکھے جن میں درجہ ذیل قابلِ ذکر بسیرا، گیسٹ ہاؤس، اکھڑ، فیصلہ، نوبہار، آنکھ اوجھل، زہر باد، علی بابا، آدھے چہرے، ڈوپٹہ، کوئی تو ہو، موسم موسم پرندے، سکڑتا ہوا آدمی، بدلتے راستے، ریت کا شہر، پتلیاں، ٹھاھر، ترٹھ

، جنون، دردِ مسیحائی، جگنو، کانگ کارِجہاں دراز ہے، احمد خاں کھرل۔ اپنے اپنے محاذ پر، اک ہور دن شامل ہیں۔ انھوں نے پی ٹی وی کے علاوہ بھی دیگر کئی چینلز کے لیے بہت سے ڈرامے تحریر کیے۔ نیز بہت سی دستاویزی فلموں اور ڈراما سیریل کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے بھی اپنی صلاحیتیں منوائیں۔ پاکستان ٹیلی ویژن کی جانب سے ڈاکٹر طارق عزیز کو 1987ء میں دس سال کا بہترین ڈرامہ نگار کا ایوارڈ، 1992ء میں بہترین ریڈیو ڈراما نگار کا ایوارڈ 1999ء، پاکستان ٹیلی ویژن ورلڈ، کا بہترین ڈرامہ نگار کا ایوارڈ اور 200ء میں پاکستان ٹیلی ویژن بہترین ڈرامہ نگار کے ایوارڈ سے نوازا گیا۔ ڈراما نگاری کی طرف رجحان سے متعلق پوچھے گئے ایک سوال کے جواب میں بتاتے ہیں:

> "یہ ایک بڑا دل چسپ واقعہ ہوا کہ میں جب ڈائریکٹر ایجوکیشن تھا انھی دنوں میں نے ایک رسالہ "تلاش" جاری کیا۔ اس کا ایڈیٹر بھی خود تھا۔ اس کا پہلا پبلشر بھی خود تھا اور مالک بھی۔ پہلی دفعہ کسی ادبی رسالے میں تصویریں شائع کیں۔ میگزین کی شکل کا تھا۔ اس کا پہلا شمارہ چھپا۔ اس وقت انیس ناگی صاحب ڈپٹی سیکرٹری ایجوکیشن تھے۔ تو میں نے ایک رسالہ ان کو بھی دیا۔ انیس ناگی کبھی کبھی ہمارے گھر بھی تشریف لایا کرتے تھے۔ جب میں رسالہ لے کر ان کے کمرے میں گیا تو ان کے کمرے میں محمد نثار حسین صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ ٹیلی ویژن کے جنرل منیجر تھے۔ انھوں نے طویل ڈراموں کا آغاز کیا تھا۔ انیس ناگی نے نثار صاحب سے کہا دیکھیں یہ۔ جب یہ میگزین دیکھا تو مجھے کہا کہ آپ ٹیلی ویژن کے لیے کیوں نہیں لکھتے۔ میں نے گستاخی کی اور کہا کہ میں ٹیلی ویژن کے لیے کیسے لکھ سکتا ہوں وہاں تو فلاں فلاں کا قبضہ ہے (لکھنے والوں) انھوں نے ٹیلی فون نمبر لے لیا اور میں گھر آ گیا۔ اگلے دن ٹیلی فون آیا "سر آپ سے ملاقات ہو سکتی ہے آپ ٹیلی ویژن تشریف لے آئیں"۔ ظہور صاحب سے ملا تو انھوں نے کہا آپ ڈراما لکھیں ابتدا میں (اج دی کہانی) 25 منٹ کا لکھ دیں۔ میں نے معذرت کی اور کہا کہ میں نے زندگی میں شروعات ہمیشہ بڑے کام سے کی ہے۔ دورانیہ کا اختلاف تھا۔
>
> میں خود اعتماد تھا۔ انھوں نے بات کی ڈاکٹر صاحب لانگ PLAY لکھنا چاہتے ہیں۔ مجھے اجازت مل گئی۔ یہ بات 1986ء کی ہے۔ اس وقت پاکستان ٹیلی ویژن پورے طور پر کنٹرول پر تھا۔ ضیاء کا دور تھا۔ میں نے پہلا ڈراما مارشل لاء کے خلاف لکھا اور اس کا نام "شاہ دولا کے چوہے" رکھا۔ نثار صاحب نے کہا باقی ٹھیک ہے صرف نام بدل دیں۔ پھر میں نے "اس کا نام "پتلیاں" رکھ دیا۔ یہ معروف ڈراما تھا۔ اس کا مرکزی خیال یہ تھا کہ ہم جتنے بھی لوگ ہیں یہ جبر میں کٹھ پتلیاں بن گئی ہیں جن کی ڈوری کسی اور ہاتھ میں ہے۔"(12)

انسان کی فطرت ہے کہ وقت اور عمر کے ساتھ ساتھ ذوقِ دل چسپی اور ترجیحات بدلتی رہتی ہیں۔ اس طرح ان کو مختلف اوقات میں مختلف شوق رہے۔ جس میں شاعری، ڈراما نگاری، تحقیق و تنقید، فوٹو گرافی وغیرہ شامل ہے۔ اپنے ایک انٹرویو میں اپنے پسندیدہ شوق سے متعلق بتاتے ہیں اب تو ڈراما نگاری میں ہی مزا آتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شاعری کا تعلق زیادہ تر بندے یا کتاب کے ساتھ ہوتا ہے۔ کتاب پڑھنے کا رواج ہمارے ملک میں کم و بیش ختم ہوتا جا رہا ہے اور الیکٹرونک میڈیا کتاب پر حاوی ہو گیا ہے۔ اب لوگوں میں قوتِ خرید بھی نہیں ہے۔ جب ان سے یہ سوال کیا گیا کہ آپ کو اپنے تمام کاموں میں سب سے اچھی چیز کون سی لگتی ہے تو جواب دیتے ہیں:

> "اصل میں ہوتا یہ ہے کہ عمر کے مختلف حصوں میں مختلف چیزیں آپ کی دل چسپی کا حصول ہوتی ہیں۔ ایک وقت وہ تھا جب فوٹو گرافی سے بے پناہ دل چسپی تھی۔ اس کے لیے کیمرے خریدے، اپنے گھر میں ڈارک روب بنایا۔ بلیک اینڈ وائٹ

میں بہت کام کیا۔ اس زمانے میں جتنے بھی نامور ادیب اور شاعر تھے ان کی تصویریں میں نے بنائیں اور بیشتر تصویریں جو ہیں ان شعرا کی، ان ادبا کی جو کتابیں تھیں ان پر چھپی تصویریں، وہ میری ہیں۔ آپ کو یہ سن کر بہت اچھا لگے گا کہ فیض احمد فیض کی جتنی بھی نامور تصویریں ہیں وہ میری بنائی ہوئی ہیں۔ مرزا ادیب، منیر نیازی، محمد طفیل، احمد فراز۔۔۔ ایک یہ عہد تھا۔ پھر رفتہ رفتہ ڈرامے کی طرف مائل ہوئے مگر شاعری کا عمل مسلسل چلتا رہا۔ اب میں یہ سمجھتا ہوں ڈرامے اور شاعری میں جو کام کیا اس سے مجھے کچھ اطمینان ہوا۔ فوٹو گرافی میں موبائل کے بعد پذیرائی نہیں رہی۔ ہر عہد کے تقاضے ہوتے ہیں۔ یہ اب فوٹو گرافی کا عہد نہیں رہا۔"(13)

ڈاکٹر طارق عزیز کو سماجی مسائل پر لکھنے کا موقع ملا تو انھوں نے اس پر ڈراما لکھا۔ ان کے خیال میں ہر شخص کسی نہ کسی تکلیف میں مبتلا ہے اور مسائل کے دباؤ کا شکار ہے۔ یہی چیز لکھنے پر مجبور کرتی ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے کہ انھوں نے صرف مسائل پر ہی ڈراما لکھا۔ انھوں نے کامیڈی سیریز بھی لکھی۔ انٹرویو میں پوچھے گئے سوال کہ آپ صرف مسائل کے بارے میں ہی لکھتے ہیں یا کبھی انٹرٹینمنٹ کے بارے میں بھی لکھتے ہیں؟ اس سلسلے میں بتاتے ہیں:

"نہیں کامیڈی سیریز بھی لکھتے ہیں مثلاً لاہور سے ایک سیریز چلی تھی "علی بابا" وہ بھی بہت مشہور ہوئی تھی۔ مسائل کے بارے میں بات ضروری نہیں ہے کہ سنجیدگی سے کی جائے، ہنستے کھیلتے بھی کی جا سکتی ہے۔"(14)

ڈاکٹر طارق عزیز نے ڈراموں کے علاوہ فلم بھی لکھی۔ اس بارے میں بتاتے ہیں:

"میں نے سید نور کی فلم "شیرنی" لکھی تھی جس میں سلمیٰ ہیروئن تھی اور جاوید شیخ ہیرو تھے۔ لیکن فلم کے بارے میں میری رائے کچھ اچھی نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ فلم میں ہمارے جو پروڈیوسرز ہیں انھوں نے Script پر کبھی توجہ نہیں دی۔"(15)

ڈاکٹر طارق عزیز فلموں سے کافی مایوس تھے جس کی بہت سی وجوہات تھیں۔ ان کا خیال تھا کہ اچھی فلموں کے لیے script کی ضرورت ہوتی ہے اور پاکستان فلم انڈسٹری میں script پر کوئی توجہ نہیں دیتا۔ اس بارے میں اُن کا خیال ہے:

"ہوا یہ کہ بدقسمتی سے 80 کے بعد فلم انڈسٹری ان لوگوں کے ہتھے چڑھ گئی جنھوں نے فلم کو کمرشل کی بجائے عیاشی کا ذریعہ سمجھ کر بنایا۔ اب بیچارہ ڈائریکٹر، کہانی نگار اور گیت نگار ان کے مرہونِ منت ہو کر رہ گیا۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ جو financer ہے اس کا کام تو یہ ہے کہ اس نے financeri دے دی ہے آگے کام ڈائریکٹر اور کہانی نگار کا ہے۔ جب ڈائریکٹر کہے کہ اس میں اس ہیروئن کو لینا ہے کہ اس کے ساتھ میری دوستی اچھی ہے تو ایسی صورت میں بے چارہ ڈائریکٹر بے بس ہو جاتا ہے اور جو میں نے کہا ہے کہ 80 کی دہائی سے پہلے کے ڈائریکٹر اور کہانی نگار رفتہ رفتہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اس کے بعد اور اب جو ڈائریکٹر ہیں آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ موجودہ فلموں سے میں بہت مایوس ہوں۔"(16)

ڈاکٹر طارق عزیز نے بطور ڈراما نگار بہت شہرت حاصل کی۔ لیکن ان کی شہرت کی اصل وجہ ان کا ڈراما گیسٹ ہاؤس بنا۔ گیسٹ ہاؤس ڈراما کا خیال خود اُن کا تھا۔ ڈاکٹر کامران نے جب آپ سے پوچھا کہ گیسٹ ہاؤس تو راولپنڈی اور اسلام آباد میں ہیں آپ کو اس کا خیال کیسے آیا؟ تو وہ بتاتے ہیں:

"جب ہم نے گیسٹ ہاؤس شروع کیا تو اس وقت محمد نثار حسین ٹیلی ویژن آف اسلام آباد کے جنرل منیجر تھے۔ ان کا گھر لاہور میں فیصل ٹاؤن میں تھا۔ وہ ہر جمعرات آجایا کرتے اور جمعہ کی شام کو واپس جاتے تھے۔ ایک مرتبہ جب وہ واپس جارہے تھے تو میں نے بھی اسلام آباد جانا تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ مجھے بھی اسلام آباد جانا ہے ہم اکٹھے چلتے ہیں۔ انھوں نے کہا ٹھیک ہے۔ جب ہم اسلام آباد کی حدود میں داخل ہوئے تو میں نے دیکھا کہ مختلف عمارتوں کے اوپر گیسٹ ہاؤس لکھا ہے۔ بظاہر وہ رہائشی عمارتیں تھیں۔ اس سے پہلے مجھے اس کے بارے میں کوئی خبر نہیں تھی ۔ میں بالکل بے خبر تھا۔ میں نے نثار صاحب سے پوچھا کہ میں نے دو تین گھروں کے آگے گیسٹ ہاؤس لکھا ہوا دیکھا ہے تو یہ کیا ہے؟ پھر انھوں نے مجھے اس کی تفصیل بتائی۔"(17)

ڈاکٹر طارق عزیز بطور ڈراما نگار اس عہد کے ڈراموں سے ناخوش نظر آتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ آج کل کا ڈراما ادب سے دور اور ساس بہو کے جھگڑوں پر مبنی ہوتا ہے جو کہ ان جیسے ڈراما نگاروں کے بس کی بات نہیں۔ انھوں نے ان حالات کے پیشِ نظر ڈراما نگاری سے کنارہ کشی اختیار کی۔ ڈاکٹر کامران نے ایک پروگرام کے دوران ان سے سوال کیا کہ آپ نے ڈراما نگاری کیوں چھوڑ دی؟ تو انھوں نے کہا:

"نہیں نہیں میں نے ڈراما نگاری چھوڑی نہیں بل کہ مجھے ٹائم نہیں مل سکا۔۔۔ لیکن اس سے بڑی بات یہ ہے کہ جو میں لکھنا چاہتا ہوں مجھے اس کی اجازت نہیں ملی۔ پچھلے دنوں میں نے ایک ڈراما لکھنا چاہا اس کی سکرپٹ بھی تیار کر لی تقریباً 26،25 قسطوں کا۔ لیکن اس میں کچھ مسائل ایسے آڑے آئے کہ مجھے کئی جگہوں سے روکا گیا کہ آپ اس پر ڈرامہ نہ لکھیں تو ڈاکٹر صاحب بات یہ ہے کہ میرے لیے یا میری نسل کے باقی ڈراما نگار ہیں جیسے نور الہدیٰ شاہ ہیں یا اس سوچ کے دیگر ہیں تو ان کے لیے تو ساس بہو کے مسائل ہیں، اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ love affairs ہیں۔ اس طرح کی تو نہ ہمیں ضرورت ہے اور نہ ہمارا مزاج ہے اور نہ معاشرے کو ضرورت ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ مجھے بطور ڈراما نگار مجھے سچ بولنا چاہیے وہ سچ بولنا چاہیے جو تاریخ نے کبھی نہیں بولا۔ تاریخ نے ہمیشہ کبھی نہ کبھی ایسے فرد کی حمایت کی ہے جو اس کے مؤرخ کو فائدہ پہنچائے۔۔۔ میں اپنے ڈراموں میں پاکستان اور ہندوستان کی تاریخ ڈالنا چاہتا ہوں جس کی مجھے اجازت نہیں دی جا رہی۔"(18)

ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد ڈاکٹر طارق عزیز نے لاہور لیڈز یونیورسٹی میں شعبہ اردو کی بنیاد رکھی صدرِ شعبہ اُردو کے ساتھ ساتھ ڈین آف فیکلٹی کے فرائض بھی سرانجام دیے۔ انھوں نے ایم۔ فل کی سطح پر بہت سے موضوعات پر تحقیقی مقالات لکھوائے۔ ان کا لگایا ہوا پودا اب تناور درخت بن چکا ہے جہاں اب ایم فل اور پی ایچ ڈی سطح کا تحقیقی کام جاری ہے۔ ڈاکٹر طارق عزیز کو مارچ 2021ء میں کرونا ہوا جس وجہ سے انہوں نے لوگوں سے ملنا جلنا بالکل ختم کر دیا۔ گھر میں علاج جاری تھا اس دوران ان کو برین ہیمرج ہوا فوری طور پر جناح ہسپتال منتقل کیا گیا 21 مئی 2021ء کو اس جہانِ فانی سے رخصت ہو گئے۔ شخصیت کسی فرد کے محاسن و معائب کی مکمل تصویر کا نام ہے۔ ہر فرد دوسرے افراد سے ذہنی ،جسمانی، اخلاقی، جذباتی اور معاشرتی لحاظ سے مختلف خلق کیا گیا ہے۔ فرد کی خصوصیات، کردار کے طور طریقے، ظاہری اوصاف، خواہشات، ردعمل اور باہمی روابط اس کی شخصیت کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر طارق عزیز کی شخصیت مختلف خوبیوں کا مرکب تھی۔ وہ دنیا کو اپنے بامقصد نظریے سے دیکھتے تھے۔ ان کی شخصیت میں کوئی جھول نہیں۔ اپنی شاعری کی طرح بالکل کھرے انسان ہیں۔ اپنی بات کو ثابت کرنے کا ہنر جانتے تھے۔ جو بات ایک دفعہ کہہ دیں اس پر ڈٹ جاتے تھے۔ خودداری و قار ان کی شخصیت کا حصہ تھا۔ اپنی زندگی کو بامقصد گزارنے پر ترجیح دیتے تھے۔ ان میں متحمل مزاجی کا عنصر نمایاں تھا۔ روایت کا پاس رکھنے والے روایت سے جڑے رہنے والے انسان تھے۔

اپنے معاشرے کے سماجی و معاشی اور سیاسی حالات پر گہری نظر رکھتے تھے ۔ وہ انا، دولت کی ناپائیداری، جھوٹی شان وشوکت اور زندگی کے مصنوعی پن کو بالکل پسند نہیں کرتے تھے مگر وہ اس بات سے بھی باخبر تھے کہ یہ وقت انسانیت کو برقرار رکھنے کے لیے بہت کڑی آزمائش ثابت ہو رہا ہے۔ ان کے نزدیک اسرارِ خودی اور رموزِ بے خودی کا جاننا بہت ضروری امر ہے۔ اس سلسلے میں اپنے خیالات کا اظہار کچھ اس طرح سے کرتے ہیں:

> "اسرارِ خودی میں یہ ہے کہ جیسے قرآنِ پاک میں ہے کہ "میں نے اپنے آپ کو پہچانا تو اپنے رب کو پہچانا" یہ ہمیں اپنے رب کو پہچاننے کا درس دیتی ہے کہ انسان میں وہ تمام عمرانیات موجود ہیں جو اس زمین پر اللہ کا خلیفہ بنانے کے لیے ضروری ہے۔ انسان چاہے تو لاکھوں ٹن وزن آسمانوں پر اٹھائے پھر سکتا ہے انسان چاہے تو ہزاروں ٹن وزنی سمندر کی دوتہوں میں جا کر پھر واپس آسکتا ہے۔ امریکہ میں بیٹھا ہوا شخص یہاں video call پہ بات کر سکتا ہے۔ اللہ نے انسان کی ذات کے اندر تمام تر امکانات رکھ دیے ہیں۔
>
> رموزِ بے خودی ہمیں یہ بتاتی ہے کہ جب یہ سب کچھ حاصل ہو جائے تو اسے اپنے تک محدود نہیں رکھنا چاہیے بل کہ اسے دوسروں میں بانٹ دینا چاہیے۔ اس کے دربار میں اس کے ڈیرے پر کوئی بھی آجائے وہ چاہے مسلمان ہے، ہندو یا سکھ جو بھی ہے اس کے دروازے میں ہر کوئی داخل ہو سکتا ہے۔ اس کو منع نہیں کرتا کہ یہ عیسائی ہے یا سکھ ہے اس کو لنگر میں سے کچھ نہیں دینا۔ اس نے انسان کو بھوکا نہیں مرنے دینا تو یہ رموزِ بے خودی ہے۔"(19)

ڈاکٹر طارق عزیز کی شاعری نئی نسل کی ذہنی زوال پذیری اور بے حسی اور شکی لوگوں کی زبان بندی کے لیے صدائے احتجاج کا درجہ رکھتی ہے۔ ان کے کلام کو پڑھنے کے بعد احساس ہوتا ہے کہ آلات ابھی احساس مروت کو کچلنے میں پوری طرح کامیاب نہیں ہوئے شاید اہل دل نے ابھی تک مشینوں کی حکومت قبول نہیں کی۔ کیوں کہ انسانی جسم بھی مادے سے وجود میں آیا۔ لیکن روح انسان میں فضل ربی ہے۔ جو وحدہ لاشریک کی امانت ہے۔ جس پر دنیاوی ومادی قوانین کا اطلاق نہیں ہوتا۔ بل کہ وہ قانون فطرت کے مطابق آزاد ہے۔ وہ اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> "خدا ایک ایسی ہستی ہے کہ جسے کوئی زوال نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ جو curiosity ہے یا تجسس ہے یہ خیال اور سوال کو جنم دیتا ہے۔ سوال کو مرنا نہیں چاہیے۔ اگر سوال مر جائے تو معاشرے کے لیے انسانوں کی موت ہے۔ اک چھوٹا سا واقعہ سنا دیتا ہوں کہ "حضرت جنید بغدادی راستے میں اک ڈنڈی پر سے گزر رہے تھے اور نیچے ہی کیچڑ میں کتا سو رہا تھا۔ وہ چند لمحوں کے لیے رُکے اور اس کے بعد پانی میں اتر گئے۔ ان کے مریدوں نے سوال کیا کہ حضرت آپ نے ایسا کیوں کیا؟ انھوں نے کہا جب میں کتے کے پاس سے گزرا تو کتے نے مجھ سے سوال کیا کہ حضرت آپ نے ایسی کیا نیکی کی ہے جو آپ خشک راستے پر چل رہے ہیں اور میں نے ایسا کیا گناہ کیا ہے جو میں کیچڑ میں پڑا ہوں؟ لہٰذا اس

سوال کا جواب میرے پاس نہیں تھا اس لیے میں نے سوچا کہ میں کیچڑ میں ہی اتر جاؤں اس کو پریشان نہ کروں اور آرام کرنے دوں۔" تو سوال جنم لینے چاہئیں اسی سے تخلیق کا عمل آگے بڑھتا ہے۔ اسی سے خیر کا عمل آگے بڑھتا ہے اسی سے نیکی کا عمل آگے بڑھتا ہے اور اسی سے یقین پختہ ہوتا ہے۔"(20)

انسانی معاشرے کے لیے عورت کی حیثیت معاشرے کے اہم ترین فرد کی ہے، اس کے بغیر معاشرے کا وجود نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ۔ آپ عورت سے متعلق مثبت سوچ رکھتے ہیں۔ عورت کے مسائل سے متعلق کہتے ہیں:

"عورت انسان ہے تو انسانوں کے مسائل میں کوئی تفریق نہیں ہے چاہے وہ مرد ہو یا عورت۔ دونوں کے جذبات میں بھی کوئی خاص فرق نہیں ہوتا۔ اس سے آسانی سے پتہ لگ جاتا ہے کہ یہ عورت کسی خاص نفسیاتی الجھن میں گرفتار ہے۔"(21)

ڈاکٹر طارق عزیز نے اپنے ڈراموں میں بھی عورت کو رول ماڈل کے طور پر پیش کیا ہے۔ ان کا ایک ڈراما "ڈوپٹہ" سے متعلق پوچھے گئے سوال کا جواب کچھ اس طرح سے دیا ہے:

"زندگی کی خواہشات پوری کرنے کے لیے ہم زیادہ تر جائز کی جگہ ناجائز راہ اپنا لیتے ہیں۔ جیسے کے سرکاری افسروں نے رشوت کو اپنا لیا، کاروباری حضرات نے ٹیکس چوری اور ملاوٹ کو اپنا لیا۔ ہر شخص کسی نہ کسی منفی سرگرمی میں مبتلا تھا۔ اس میں مجھے دیکھنے کو آیا کے بعض اوقات جو خواتین ہوتی ہیں وہ اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے ایسے راستوں پر چل پڑتی ہیں جو ان کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے۔ جائز مناسب کے لیے ذرائع کا بھی جائز ہونا ضروری ہے۔ خرابی صرف ایک فرد کی نہیں ہوتی بل کہ ایک گھر، ایک لمحے ایک شہر اور رفتہ رفتہ پورے ملک کی خرابی بن جاتی ہے۔"(22)

ڈاکٹر طارق عزیز وسیع مطالعہ کے حامل شخص تھے۔ آپ کو پڑھنا اور پڑھانا دونوں پسند تھے۔ آج کل کے طلبہ میں پڑھائی اور ادب کی طرف دل چسپی کم ہوتی جا رہی ہے۔ اب پڑھائی دل چسپی نہیں مجبوری بن چکی ہے۔ رزق اور پیسہ کمانے کی مجبوری۔ اس حوالے سے پوچھے گئے ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

"استاد آج بھی اس بات پر مائل اور قائل ہے کہ وہ شاگردوں کے ساتھ رابطہ قائم رکھے۔ طالب علم میں اب وہ پرانے دور والی خواہش اور طلب موجود نہیں ہے۔ آج ادب کو ملازمت کے اصول کا طریقہ سمجھا جاتا ہے۔ ادب زندگی کے اعلیٰ ترین معیار میں سے ایک معیار ہے۔ جو ادب کو سمجھنے کا انداز پہلے تھا وہ اب نہیں ہے۔ آج ادب کے ساتھ جو وابستگی ہے وہ صرف روزگار اور پیسہ کمانے کے لیے ہے۔"(23)

ڈاکٹر طارق عزیز بہادر اور طاقتور انسان تھے جس کا اعتراف ان کے قریبی دوست بھی کرتے تھے۔ ڈاکٹر کامران آپ سے متعلق بیان کرتے ہیں:

"ٹانگوں سے معذور ہونے کے باوجود ڈاکٹر صاحب کبھی مجبور نہیں ہوئے اور میں نے اتنا بہادر اور طاقتور شخص اور اتنے حوصلے والا شخص اپنی زندگی میں نہیں دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب ہر وقت ایک بے چین روح کی طرح کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں۔ کبھی ڈرامے لکھ رہے ہیں، کبھی شاعری کر رہے ہیں۔"(24)

ڈاکٹر طارق عزیز اپنے شعبہ سے دیانت دار اور بہت سخت مزاج انسان تھے۔انھوں نے اپنے خیالات کے ساتھ کبھی سمجھوتہ نہیں کیا تھا۔بڑے سنجیدہ نقاد تھے اور تنقید کرتے ہوئے کسی کی شخصیت سے جلد متاثر نہیں ہوتے تھے۔تنقید کے حوالے سے خیالات کا اظہار کرتے ہیں:

"ایک تخلیق کار کا سب سے بڑا نقاد وہ خود ہی ہوتا ہے۔وہ خود ہی بتا سکتا ہے کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط۔جو تخلیق کاری سے گزرا نھیں وہ تنقید کر کے نہیں بتا سکتا۔۔۔۔میں خود نظم لکھتا ہوں یا ڈراما لکھتا ہوں تو ایک صفحہ لکھنے کی خاطر نا جانے کتنے صفحے لکھ کر پھاڑ دیتا ہوں۔نئے سرے سے لکھ کر پھر ضائع کر دیتا ہوں۔جب تک اندر کے نقاد کو تسلی نہیں ملتی تب تک لکھتا رہتا ہوں۔نقاد کو اپنی ذات میں بہت سخت ہونا چاہیے۔"(25)

ڈاکٹر طارق عزیز ایک خوش مزاج انسان تھے۔وہ ایک وسیع المطالعہ انسان بھی تھے۔انھیں نئی چیزیں دریافت کرنے کا بہت شوق تھا۔شاید ہی کوئی ایسا کام ہو جس سے متعلق معلومات ان کے پاس نہ ہوں۔مذہب سے لے کر مصوری تک ہر شعبے سے متعلق ملکی و غیر ملکی شخصیات اور نظریات سے واقفیت رکھتے تھے۔انھیں سیر کرنا بہت پسند تھا۔مختلف ممالک کی سیر کے لیے بھی جاتے رہتے تھے۔ڈاکٹر کامران ان کے سفر سے متعلق لکھتے ہیں:

"ڈاکٹر صاحب کو اسفار کا شوق ہے اور اکثر جب بھی ملاقات ہوتی ہے تو کسی نہ کسی ملک کے سفر کی دعوت دیتے ہیں۔ایک آدھ بار اتفاق ایسا ہوا کہ میں بھی برطانیہ میں موجود تھا ڈاکٹر صاحب بھی موجود تھے لیکن میری کانفرنسز کا شیڈول کی مصروفیات ایسی تھیں کہ ڈاکٹر صاحب سے بات نہ ہو پائی۔"(26)

ڈاکٹر طارق عزیز عظیم انسان تھے اور دوسروں کے کام کر کے خوشی محسوس کرتے تھے۔سید عارف نوری آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"وہ عظیم انسان تھے اور دوسروں کے کام آکر دلی خوشی محسوس کرتے تھے۔وہ ایک اچھے شاعر بھی تھے اور ان کی شاعری میں حقیقت پسندی اور انوکھا پن تھا۔شاعروں سے محبت کرتے تھے اور کبھی کبھار مشاعروں میں بھی شرکت کرتے تھے۔"(27)

مجموعی طور پر ڈاکٹر طارق عزیز جامع الصفات شخصیت کے مالک تھے۔وہ بیک وقت مشرقی و مغربی علوم کے شناور، قابل اور ہر دلعزیز معلم ،کامیاب منتظم،وفا شعار شوہر، شفیق باپ اور قابلِ اعتماد دوست تھے۔ ذہانت، شوخی، زندہ دلی، فراخ دلی،انسان دوستی،جمال پسندی و نفاست پسندی جیسے اوصاف رکھنے والی شخصیت تھے۔ان کی شخصیت کے کئی پہلو اور بے شمار رخ تھے۔ان تمام رُخوں میں طارق عزیز کی شخصیت کا جو مجموعی نقش ذہن میں اجاگر ہوتا ہے وہ زندگی کی توانائی سے بھرپور ایک زندہ دل انسان کا ہے۔زندگی کی مختلف حیثیتوں کی توانائی اور قوتِ عمل ایک حیرت انگیز محرک کے طور پر دکھائی دیتا ہے۔یوں کہا جاسکتا ہے کہ زندگی کی روانی اور تڑپ ان کا نمایاں وصف تھا۔

ڈاکٹر طارق عزیز ایک سلجھے ہوئے انسان تھے۔جب ان کی شخصیت کا ذکر آتا ہے تو وہ کہیں ایک بہترین شاعر کے طور پر نظر آتے ہیں تو کبھی معروف ادیب کے طور پر تو کہیں مشہور ڈراما نگار تھے تو کہیں فرمانبردار بیٹے تھے، کہیں مثالی باپ کی طرح ہیں تو کہیں پر خلوص شوہر تھے۔وہ اپنے ہر رشتے سے وفادار اور مکمل انسان تھے۔بحیثیت شوہر ڈاکٹر طارق عزیز ایک کامیاب اور وفا شعار شوہر تھے۔ان کی خوش قسمتی کہیے کہ انھیں انتہائی تعلیم یافتہ اور وفادار بیگم ملی۔

وقار اپنے شوہر (ڈاکٹر طارق عزیز) کے بارے میں کہتی ہیں:

"طارق بے حد خیال رکھنے والے شوہر تھے۔ مجھ پر کبھی بھی اپنی پسند ناپسند مسلط کرنے کی کوشش نہیں کی۔ نہ صرف مجھے بلکہ میرے بہن بھائیوں کو بھی بے حد عزت دیتے تھے۔ اگر کوئی میرا مہمان آجائے تو ان کی کوشش ہوتی تھی کہ اس کی خوب تواضع کریں۔ گھر کے معاملات میں زیادہ تر وہ میری خواہشات کا احترام کرتے تھے۔"(28)

ڈاکٹر طارق عزیز سید کی خانگی زندگی کامیاب اور پر سکون بنانے میں جہاں "وقار" کی شرافت اور وفاداری کا دخل ہے وہیں ڈاکٹر طارق عزیز بھی اسے پر مسرت بنانے میں برابر شریک رہے ہیں۔ وقار بیگم اس حوالے سے کہتی ہیں:

"طارق روایتی مشرقی شوہروں کی طرح محض مردانہ احساس برتری کا شکار نہیں تھے اور نہ ہی بیوی کو دوسرے درجے کی مخلوق سمجھتے تھے۔ طارق میاں بیوی کی ہر چیز مشترک سمجھتے تھے۔ ان کی ہر چیز "ہماری" ہوتی ہے اور ان میں کبھی بھی "میری" یا "تمھاری" کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم میں کسی بات پر شاید ہی اختلاف ہوا ہو۔"(29)

ڈاکٹر طارق عزیز ایک کامیاب اور وفاشعار شوہر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک شفیق باپ بھی تھے۔ انھیں اپنے بچوں سے بے حد پیار تھا۔ ان کا بچوں سے سلوک اور بچوں کا ڈاکٹر طارق عزیز کی شخصیت پر اندھا اعتماد اس بات کا ثبوت ہے کہ انہوں نے اپنے اندر مشفقانہ رویوں کو بھی اسی شد و مد سے برقرار رکھا جس سے گھر کا ماحول پر سکون رہا، اپنے بچوں کا بروقت اخلاقی اور جذباتی سہارا بنتے ہوئے انھیں اعتماد میں لیتے ہوئے باہمی مشورے سے گھر کے تمام معاملات کو چلایا اس ضمن میں جب ان کی بڑی صاحبزادی (ماہم) سے بات ہوئی تو ان کے چہرے پر ابھرتی ہوئی آسودہ اور بااعتماد مسکراہٹ اس چیز کی غماز تھی کہ ڈاکٹر طارق عزیز نے بحیثیت باپ اور بحیثیت شوہر اعتدال و توازن کا دامن کہیں بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ ڈاکٹر طارق عزیز کے بارے میں بعض لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ وہ اپنی دوستیاں بدلتے رہتے ہیں۔ اس ضمن میں ان کے بہت قریبی دوست ڈاکٹر محمد عطااللہ کہتے ہیں:

"بعض لوگ ڈاکٹر طارق عزیز کو حریص بھی کہتے ہیں۔ میرے خیال میں اس کا حرص بڑا معصومانہ ہے۔ وہ موجود کو موہوم پر ترجیح دیتا ہے۔ معلوم اور موجود دنیا کی ہر کشش کو چھو کر محسوس کرنا چاہتا ہے۔ ہر ذائقے اور ہر لذت کا والہانہ تعاقب کرتا ہے۔ ایسے عالم میں بعض لوگوں کو یہ گمان گزرتا ہے کہ اُس کی دوستی کو ثبات نہیں۔ مگر اس کے دوست درحقیقت وہی ہیں جو اس کے تلون اور تغیر سے بھی لطف اندوز ہوتے ہیں۔"(30)

ڈاکٹر طارق عزیز جہاں ایک اچھے انسان ہیں وہاں ایک بہترین معلم بھی تھے۔ دراصل ان کے گہرے مطالعے نے ان کو ایک اچھے استاد کے مرتبے پر فائز کیا۔ ڈاکٹر طارق عزیز نے اپنے طلباء کو جس محبت اور شفقت سے نوازا وہ یقیناً اس پیشے کی بنیادی ضرورت ہے اور ان کو اس کا مکمل احساس رہا ہے۔ یہی سبب ہے کہ ان کو بھی اپنے شاگردوں سے بے پناہ محبت اور عقیدت حاصل ہوئی۔ انہوں نے اپنا علم اپنے طلبہ کو منتقل کیا۔ آپ کی شخصیت کے یہ وہ نمایاں پہلو تھے جن کے سبب آپ کو بھی ہمیشہ اپنے طلبہ سے بے حد احترام ملا۔ افتخار احمد جن کا شمار ڈاکٹر طارق عزیز کے چہیتے طالب علموں میں رہا اپنے محترم استاد کے بارے میں یوں اظہار خیال کرتے ہیں:

"ڈاکٹر طارق عزیز میرے استاد محترم تھے۔ آپ کی شخصیت کے بارے میں اتنا جانتا ہوں کہ آپ ایک نفیس شخصیت کے مالک تھے۔ میں نے کچھ سفر ان کی شاگردی میں اور کچھ ان کی کتب کے مطالعے سے طے کیا تو ان کو ایک حساس

اور نیک دل انسان پایا۔ڈاکٹر طارق عزیز کی گفتگو میں بناوٹ نہیں تھی۔ جو ان کے دل میں ہوتا ہے وہی ان کی گفتگو کا حصہ تھا۔ہاں کلاس میں لیکچر کے دوران بعض اوقات جوش میں آجاتے تھے لیکن موضوع سے ہٹتے نہیں۔"(31)

ڈاکٹر طارق عزیز ایک انسان دوست شخص تھے۔ خلوص، ایثار اور انسانی ہمدردی کے جذبات ان کی شخصیت کا لازمی جزو تھے۔ وہ ایک دردمند دل رکھتے تھے۔ ایک اعلیٰ ظرف، صلح جو اور یار باش انسان تھے۔ دوستی نبھانا جانتے تھے۔ دوستی میں اخلاص، شرافت اور رکھ رکھاؤ کے قائل تھے۔لطیف ساحل کہتے ہیں:

"ڈاکٹر طارق عزیز کے اندر ایک بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے دوستوں، اساتذہ اور وہ لوگ جو اُسے کامیابیوں کی سیڑھی چڑھنے میں مددگار ثابت ہوئے اس کا بے حد احترام کرتا تھے۔"(32)

ڈاکٹر طارق عزیز میرے بہت اچھے استاد رہے ہیں آپ اچھے انسان کی تمام خوبیوں سے مالا مال ایک نامور ادیب، شاعر اور ڈراما نگار تھے۔ ایک استاد کی حیثیت سے ہمیشہ بہت شفیق اور مددگار رہے۔ آپ علم و دانش کا ایک چھپا ہوا خزانہ تھے۔ آپ خوبصورت شخصیت کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت منکسر المزاج انسان تھے۔ بہت پر اثر گفتگو کرتے تھے۔ نہایت مدلل اور باوقار اسلوب کے مالک تھے۔ وہ اپنی کامیاب زندگی میں محنت کو لازم قرار دیتے تھے۔ یہ حقیقت ہے کہ ڈاکٹر طارق عزیز نے زندگی کے جو معمولات طے کر رکھے تھے اس میں محنت کا عنصر کافی زیادہ رہا۔ڈاکٹر عبدالکریم خالد کہتے ہیں:

"ڈاکٹر طارق عزیز ایک Self Made آدمی تھے۔ محنت کو اس نے اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنالیا تھا۔اس نے اپنی شخصیت کی عمارت آپ اپنے قدموں پر کھڑی کی ہے۔"(33)

ڈاکٹر طارق عزیز کی شخصیت پر ان کے ہمعصر، اساتذہ، طالب علم اور فنی زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگ ایک ہی رائے قائم کرتے تھے چاہے شعبہ تدریس ہو یا ڈراما نگاری کا شعبہ، شاعری کا شعبہ ہو یا تحقیق کا،ڈاکٹر طارق عزیز نے اپنی قابلیت کا لوہا ہر جگہ منوایا۔کسی بھی تخلیق کار،ڈراما نگار، کالم نگار اور افسانہ نگار کے لیے یہ بہت بڑا اعزاز ہوتا ہے کہ وہ اپنا اتنا مقام اور مرتبہ بنائے کہ اُسکی زندگی میں ہی اُسے لوگوں سے پذیرائی حاصل ہو۔بحیثیت مجموعی ڈاکٹر طارق عزیز کی شخصیت جامع الصفات تھے۔ وہ بیک وقت مشرقی و مغربی علوم کے شناور، قابل اور ہر دلعزیز معلم کامیاب منتظم، وفا شعار شوہر، شفیق باپ اور قابلِ اعتماد دوست تھے۔ ذہانت، شوخی، زندہ دلی، فراخ دلی انسان دوستی، جمال پسندی و نفاست پسندی جیسے اوصاف سے متصف تھے۔ان کی شخصیت کے کئی پہلو اور بے شمار رخ تھے۔ ان تمام رخوں میں ڈاکٹر طارق عزیز کی شخصیت کا جو مجموعی نقش ذہن میں اجاگر ہوتا ہے وہ زندگی کی توانائی سے بھرپور ایک زندہ دل انسان کا ہے۔ زندگی کی مختلف حیثیتوں میں ان کی شخصیت کی توانائی اور قوت عمل ایک حیرت انگیز محرک کے طور پر کار فرما دکھائی دیتی ہے۔ یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ زندگی کی روح اور زندہ رہنے کی تڑپ ڈاکٹر طارق عزیز کی شخصیت کا غالب عنصر ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

1۔ منیزہ ہاشمی، مباحثہ، تم جو چاہو تو سنو، یوٹیوب چینل، 13۔اگست 2021ء
2۔ ایضاً
3۔ اکمل شہزاد، مباحثہ، ڈاکٹر طارق عزیز کی کہانی، یوٹیوب چینل، اے ایس جے پروڈکشن، 21 مئی 2021ء
4۔ منیزہ ہاشمی، مباحثہ، تم جو چاہو تو سنو، 13۔اگست 2021ء

5۔ ایضاً
6۔ ایضاً
7۔ ایضاً
8۔ ایضاً
9۔ ایضاً
10۔ ایضاً
11۔ ایضاً
12۔ اکمل شہزاد، مباحثہ، ڈاکٹر طارق عزیز کی کہانی، 30۔ مئی 2021ء
13۔ شاداب عباسی، آپ کی شاعری، کلامِ شاعر بازبان شاعر، اردو پوائنٹ
14۔ منیزہ ہاشمی، مباحثہ، تم جو چاہو تو سنو، 13۔ اگست 2021ء
15۔ ایضاً
16۔ ایضاً
17۔ محمد کامران، ڈاکٹر، جذبہ نیوز، ڈاکٹر طارق عزیز کے ساتھ ایک مکالمہ، 20 ستمبر 2019ء
18۔ ایضاً
19۔ شاداب عباسی، آپ کی شاعری، کلامِ شاعر بازبان شاعر
20۔ منیزہ ہاشمی، مباحثہ، تم جو چاہو تو سنو، 13۔ اگست 2021ء
21۔ ایضاً
22۔ ایضاً
23۔ محمد کامران، ڈاکٹر، ڈاکٹر طارق عزیز کے ساتھ ایک مکالمہ، 20 ستمبر 2019ء
24۔ منیزہ ہاشمی، مباحثہ، تم جو چاہو تو سنو، 13۔ اگست 2021ء
25۔ محمد کامران، ڈاکٹر، ڈاکٹر طارق عزیز کے ساتھ ایک مکالمہ، 20 ستمبر 2019ء
26۔ ایضاً
27۔ عارف نوری، سید، کالم ادب رنگ، روزنامہ جنگ، 12 جون 2021ء
28۔ وقار بیگم، مباحثہ مقالہ نگار کے ساتھ، بمقام اعظم گارڈن ملتان روڈ لاہور، مورخہ 22 جنوری 2022ء
29۔ ایضاً
30۔ محمد عطاء اللہ، ڈاکٹر، مباحثہ مقالہ نگار کے ساتھ، بمقام لاہور لیڈز یونیورسٹی، مورخہ 23 جون 2023ء
31۔ افتخار احمد، مباحثہ بذریعہ موبائل فون، مورخہ 23 جنوری 2023ء
32۔ خالد لطیف ساحل، مباحثہ، بمقام لاہور لیڈز یونیورسٹی، مورخہ 25 مارچ 2023ء
33۔ عبدالکریم خالد، ڈاکٹر، مباحثہ، بمقام لاہور لیڈز یونیورسٹی، مورخہ 23 ستمبر 2023ء

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Roman Havashi-o-Havalajat

1. Muneeza Hashmi, Mabahisa, Tum Jo Chaho To Suno, YouTube Channel, 13 August 2021

2. Ibid
3. Akmal Shehzad, Mabahisa, Dr. Tariq Aziz Ki Kahani, YouTube Channel, ASJ Production, 21 May 2021
4. Muneeza Hashmi, Mabahisa, Tum Jo Chaho To Suno, 13 August 2021
5. Ibid
6. Ibid
7. Ibid
8. Ibid
9. Ibid
10. Ibid
11. Ibid
12. Akmal Shehzad, Mabahisa, Dr. Tariq Aziz Ki Kahani, 30 May 2021
13. Shadab Abbasi, Aap Ki Shaeri, Kalam-e-Shayar Ba Zaban-e-Shayar, Urdu Point
14. Muneeza Hashmi, Mabahisa, Tum Jo Chaho To Suno, 13 August 2021
15. Ibid
16. Ibid
17. Muhammad Kamran, Dr., Jazba News, Dr. Tariq Aziz Ke Sath Ek Mukalama, 20 September 2019
18. Ibid
19. Shadab Abbasi, Aap Ki Shaeri, Kalam-e-Shayar Ba Zaban-e-Shayar
20. Muneeza Hashmi, Mabahisa, Tum Jo Chaho To Suno, 13 August 2021
21. Ibid
22. Ibid
23. Muhammad Kamran, Dr., Dr. Tariq Aziz Ke Sath Ek Mukalama, 20 September 2019
24. Muneeza Hashmi, Mabahisa, Tum Jo Chaho To Suno, 13 August 2021
25. Muhammad Kamran, Dr., Dr. Tariq Aziz Ke Sath Ek Mukalama, 20 September 2019
26. Ibid
27. Arif Noori, Syed, Column Adab Rang, Roznama Jang, 12 June 2021
28. Waqar Begum, Mabahisa Maqalah Nigaar Ke Sath, Bamaqam Azam Garden Multan Road Lahore, Morakhah 22 January 2022
29. Ibid
30. Muhammad Ataullah, Dr., Mabahisa Maqalah Nigaar Ke Sath, Bamaqam Lahore Leeds University, Morakhah 23 June 2023
31. Iftikhar Ahmed, Mabahisa Bazeerya Mobile Phone, Morakhah 23 January 2023
32. Khalid Latif Sahil, Mabahisa, Bamaqam Lahore Leeds University, Morakhah 25 March 2023
33. Abdul Kareem Khalid, Dr., Mabahisa, Bamaqam Lahore Leeds University, Morakhah 23 September 2023